© rasailojaraid.com

افتتاح کلام

آج ایک ایسا دور آچکا ہے جس میں نفسا نفسی اور خاندانی و معاشرتی مشکلات نے انسانوں کو اللہ کی مقدس کتاب قرآن کریم سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ ''قرآن کریم'' کا انسان ساز کردار اب بھلایا جا رہا ہے۔ ہمارے معاشرے میں سینکڑوں موضوعات پر ہزاروں رسائل و جرائد اور کتب نظر آئیں گی لیکن قرآن کریم کے بارے میں خاموشی، بے حسی، بے توجہی اور غفلت کی انتہا بھی ساتھ ہو گی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ کتاب الٰہی مردہ دلوں کے احیاء کا ذریعہ بن سکتی ہے اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ خالق انسان نے ہی انسان کی فلاح و سعادت کیلئے قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور جو کچھ قرآن کریم میں ہے وہ کسی مسلمان ہی کیلئے نہیں بلکہ ہر انسان کیلئے اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے اس بات سے بھی سبھی اتفاق کرتے ہیں کہ انسان کی زندگی کے معنوی پہلو مادی پہلوؤں پر ترجیح رکھتے ہیں اور اسکی معنوی زندگی کا اطمینان ہی مادی زندگی کو پر سکون کر سکتا ہے اور حیات معنوی کا سکون اور اطمینان قلبی، قرآن کریم سے منسلک اور اسکی حیات بخش تعلیمات سے بہرہ مند ہوئے بغیر ممکن نہیں.....! لیکن باوجود ان سب باتوں کے عملی طور پر مسلمان ان باتوں سے کوسوں دور نظر آتا ہے۔ قرآن فہمی کیلئے جدوجہد ہر ذی شعور انسان کا عقلی فریضہ ہے کیونکہ جیسے جیسے انسان قرآن کریم پر غور کرتا جاتا ہے اس پر فہم کے زاویے اور ادراک کے دریچے کھلتے جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو ایک نئی دنیا میں محسوس کرتا جاتا ہے لہذا قرآن کے فہم کیلئے تراجم پر غور و فکر کے ساتھ ساتھ تفاسیر کا مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے علمائے کرام اور مفسرین عظام نے قرآنی مفاہیم کی دریافت کیلئے سالہا سال زحمت کی اور نکتے جمع کر کے عالم اسلام کے سامنے پیش کیے ہیں تاریخ اسلام میں مختلف زبانوں میں اب تک ہزاروں تفاسیر لکھی جا چکی ہیں لیکن تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اب بھی جب قرآن کریم پر غور کیا جاتا ہے تو نئے نکتے اور نئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں

بَحرٌ لَایُدرَکُ قَعرُہٗ

قرآن ایسا بحر بے کراں ہے جسکی گہرائی کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

انسان جس طرح کے ماحول میں ہو گا قرآن اسی کے مطابق اس سے گفتگو کرتا ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہونے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناطے ایک زندہ کتاب ہے اور زندہ چیز کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ انسان سے ھمکلام ہو سکے اگر انسان اپنی اصلاح اور مشکلات کے حل کے لئے قرآن سے رجوع کرے تو قرآن انسان سے بولتا ہے اسکی آیات انسان سے ہمکلام ہوتی ہیں اور اسکی راہنمائی کرتی ہیں۔اسے بتاتی ہیں کہ وہ کیا کرے اور کیسے کرے۔ایسی کتاب ہدایت کے موجود ہونے کے باوجود اگر انسان ہدایت نہ پا سکے تو اسے اپنے آپ پر غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہیئے کہ اس نے غلطی کہاں پر کی ہے۔

قارئین کرام!

المیزان کا شمارہ ۱۰ اور ۱۱ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔گذشتہ شمارہ میں یہ بات آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس کی طباعت میں ادارہ کیسی کیسی مشکلات سے گذرتا ہے لہذا اگر اس میں آپ کو کسی طرح کی کوئی خامی نظر آئے تو ادارے کو ضرور مطلع فرمایئے تاکہ آئندہ شماروں کی اصلاح ہو سکے کیونکہ غلطیاں انسان ہی سے ہوتی ہیں۔موجودہ شمارہ میں آپ مختلف و متنوع موضوعات پر عالم اسلام اور پاکستان کے جید علمائے کرام اور صاحبان قلم کے آثار کا مطالعہ فرمائیں گے۔اگر کسی موضوع پر آپ کی رائے مختلف ہو تو آپ بھی کھل کر اپنی رائے کا اظہار فرما سکتے ہیں ادارہ آپ کی تعمیری آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔

ہم ایسے تمام قارئین کو خیر مقدم کہیں گے جو المیزان کیلئے لکھنے کی زحمت فرمائیں۔اگر ان کی تحریر مجلس مشاورت کے معیار پر پورا اترے تو وہ المیزان کے صفحات کو حاضر پائیں گے۔

والسلام علیکم

محمد امین شہیدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن میں نسخ

علامہ شیخ محسن علی نجفی

قرآن انسان سازی کا ایک دستور ہے اور یہ قانون فطرت ہے کہ ارتقاء وتکامل دفعتہً نہیں بلکہ تدریجاً ہوا کرتا ہے لہذا قوانین واحکام قرآن میں بھی تدریج وتغیر ضروری تھا خصوصاً اس انقلابی اصلاح کا آغاز جس قوم سے کیا جارہا تھا وہ جاہلیت ووحشت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس لئے تشریع اسلامی میں نسخ کا ہونا لازمی اور ضروری تھا کیونکہ ایک متوحش اور غیر مہذب قوم کی اصلاح دفعتہً نہیں ہو سکتی تھی۔

نسخ کی تعریف :

"شریعت مقدسہ میں ایک ثابت حکم کو دوسرے حکم کے ذریعہ اٹھالینا"۔ اسکی مزید وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالی ایک خاص حکم کو کسی مصلحت کے تحت مقررہ مدت کے لئے نافذ فرماتا ہے۔ مگر از راہ مصلحت وحکمت اس امر کا اظہار نہیں کرتا کہ یہ حکم ایک خاص معینہ مدت کے لئے محدود ہے۔ اور نسخ کے ذریعے یہ بتایا جاتا ہے کہ اس حکم کی مدت ختم ہوگئی۔

لہذا نسخ میں صرف ایک نکتہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ یہ حکم صرف ایک خاص مدت کے لئے محدود ہے اور اس نہ بتانے میں بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اس نہ بتانے کی وجہ سے اس حکم کے دائمی ہونے کا جو تصور لوگوں کے ذہن میں قائم ہوتا ہے حقیقت میں اس تصور کا نسخ ہے نہ کہ حکم واقعی کا نسخ۔ پس نسخ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کا نظریہ بدل گیا ہے۔

بداء :

جیسا کہ نسخ میں بیان کیا گیا ہے کہ حکم شرعی پہلے ہی سے اللہ کے نزدیک ایک خاص وقت کے لئے مخصوص تھا لیکن کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کا اظہار نہیں ہوا تھا بعد میں نسخ کے ذریعے اظہار ہوا تو لوگوں کے تصور کے مطابق سابقہ حکم اٹھالیا گیا۔ بالکل اسی طرح "بداء" بھی یہی ہے کہ اللہ تعالی کا فیصلہ پہلے سے طے ہوتا ہے لیکن اس فیصلہ کا اظہار نہیں کیا جاتا تو لوگوں کے ذہن میں یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ ہمیشہ کے لئے ہے بعد میں جب اللہ تعالی پہلے سے طے شدہ فیصلے کا اظہار فرماتا ہے تو لوگوں کو "بداء" یعنی تبدیلی معلوم ہوتی ہے لہذا بداء کسی امر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بارے میں لوگوں کے تصور کی تبدیلی ہے نہ کہ واقعی حکم اور فیصلے کی تبدیلی۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

مابداء اللّٰہ فی شئی الاکان فی علمہ قبل ان یبدو لہ۔(۱)

اللہ کو کسی شے کے بارے میں بداء نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے۔

پس بداء کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ کا نظریہ بدل گیا ہے۔ بداء اور نسخ میں فرق صرف یہ ہے کہ "نسخ" تشریعی امور میں ہوتا ہے اور "بداء" تکوینی امور میں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ۔(۲)

اللہ جس امر کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے

عقیدۂ بداء سے اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت کی نسبت لازم نہیں آتی، بلکہ بداء کا مطلب یہ ہے کہ ہر شئی اللہ کے قبضئہ قدرت میں ھے وہ جیسے چاہتاھے کائنات میں تصرف کرتاھے۔

یہ یہود کا عقیدہ ہے کہ اللہ بے بس ھے۔ روزازل اس نے جو فیصلہ کر دیا ھے اس کو نہ بدل سکتا ہے نہ اس میں تبدیلی لا سکتا ہے یعنی قضاوقدر کے ذریعے روزازل جو فیصلہ کر دیا ھے اس فیصلہ کے خلاف اور کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہود کے اس باطل نظریے کو قرآن نے رد کیا ہے :

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ ۵(۳)

یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ھے ہاتھ تو ان کے بندھے ہوئے ہیں اور ایسا کہنے سے یہ ملعون ہو گئے ہیں۔ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ھے عطا کرتا ہے۔

عقیدۂ بداء سے ہی انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے کہ وہی عطاو بخشش کرنے والا ھے۔ انسان دست سوال دراز کرتا ہے کہ وہ کریم ھے اور پھر اپنی پوری زندگی میں ذات الٰہی سے وابستگی اختیار کرتا ھے اس طرح ایک پر امید زندگی بسر کرتا ہے۔

اگر عقیدۂ بداء نہ ہو اور انسان یہ سمجھے کہ جو تقدیر میں لکھا ھے وہی ھو کر رہے گا اور انسان کچھ نہیں جانتا کہ اسکی تقدیر میں کیا لکھا ہے تو وہ یاس و نومیدی میں مبتلا رہے گا اور پھر اللہ کی بارگاہ میں تضرع اور انکساری کے ساتھ رجوع نہیں کرے گا۔ اسی طرح دعا و صدقات کا فلسفہ بھی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com